نور احمد ریاض ''مبلغ''، شعبہ تبلیغ جامعہ اسلامیہ بہاولپور

مقالہ ـــــ اسلام میں عورت کا مقام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برسوں سے مشرقی سمت سے نکلنے والا سورج، دیکھتا چلا آرہا تھا کہ ہر ادوار میں باوجود اعدادی تفوق رکھنے کے ''عورت'' ظلم کی چکی میں پستی چلی آرہی تھی، گلستانِ حیات سے اس کو کانٹا تصور کر کے نکالنے کی کوشش کی گئی، دیوتاؤں کے پجاری بمنت التجا کر کے دیوتاؤں سے اس بلا سے رہائی پانے کی دعائیں مانگتے رہے۔ ہر دور میں صنفِ نازک کے، حقوق کی پامالی اس کے مقدر میں تھی، بڑے بڑے فلاسفر و حکماء بھی اس ظلم وستم کی چکی کو نہ روک سکے، جس میں یہ بیچاری عورت پستی چلی آرہی تھی۔ اسلام کے حقوقِ نسوانیت پر اعتراض کرنے والے معاندین، اپنے دین کے قدیم ہونے، پر زور دینے والے، بھی اس مظلوم ہستی کو اپنی خواہشات کی بھینٹ اتار لیا تھا، مذہبی تقدس کے پردوں میں پناہ دینے والے بھی، جنہوں نے اپنی خواہشات کو معبود بنالیا تھا پناہ لی ہوئی عورت پر مزید ظلم کئے، گرجا کی ننیں اور مندر کی دیوداسیاں، خواہشات نفسانی میں پڑ گئیں۔

حقوق اناث کی پامالی اور اس پر ظلم وستم، بڑھتا ہی گیا غرضیکہ قدیم زمانہ میں ہر قسم کا ظلم وستم عورت پر روا رکھا جاتا تھا، حقوق اناث کے مدعیانِ مذاہب، مخیر اسلام نے بھی اس ظلم وستم کو مزید بڑھایا، یورپ میں کئی ہزار عورتیں محض جادوگری کے الزام میں زندہ جلادی جاتی تھیں۔ کسی نے بھی گلستانِ حیات میں حصّہ نہ دیا، فاران کی چوٹیوں پر چمکنے والے انوارِ رسالت حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہی اس مظلومہ کو ظلم سے نجات دی اس کے حقوق میں وسعت دی، عورت کو مقدس ماں، وفا شعار بیوی، غمگسار بہن، اطاعت گزار بیٹی بنادیا۔

اسلام نے نہ صرف عورتوں کے حقوق متعین فرمائے بلکہ دنیا کے کسی شعبہ کے کسی فرد کو حقوق فطرت سے محروم نہ رکھا، وہی قوم جو ننگِ انسانیت تھی۔ اسلام کے دامن میں پناہ لینے کے بعد اپنے آپ کو قابلِ تقلید نمونہ عمل

بنایا۔ ان مدعیانِ اسلام پر حیرت ہے جو فلسفۂ یورپ کی تاریک روشنی میں آکر اسلام کے قوانینِ فطرت پر چلنا اپنے لیے باعث شرم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انسانی فلاح و بہبود اور ابدی نجات اور آسمانی بادشاہت صرف اسلام پر عمل پیرا ہونے سے ہی ہو سکتی ہیں۔ آج آپ کے فطری تقاضے آپ کو آواز دے رہے ہیں کہ نقطۂ اعتدال سے ہٹ کر جو لوگ افراط و تفریط میں پڑ گئے، وہ کبھی بھی اخروی زندگی میں حصہ نہیں پا سکتے اور نہ ہی ان پر عذاب الٰہی آنے میں کوئی چیز مانع ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں ہم نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ اسلام نے عورت کو کیا حقوق دئیے ہیں۔

۲۔ عورت و مرد کی مساوات کو اسلام نے کس نظر سے دیکھا ہے۔

۳۔ کیا پردہ واقعی عورت کے لیے قیدِ زندان کی حیثیت رکھتا ہے؟ " وہ حقوق جو اسلام نے دئیے ہیں اس مختصر مقالہ میں گنجائش نہ تھی ورنہ تفصیلاً عرض کیے جاتے۔ البتہ اسلامی عورت کے چند گوشے ہم نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ امین بحرمۃ نبیہ الامین۔

نوٹ:۔ ۱۔ قرآنی آیات کا ترجمہ، حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز کے ترجمہ سے ماخوذ ہے۔

۲۔ حقوقِ نسواں سے قبل، عورت کی مختصر تاریخ قبل از اسلام پیش کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت عورت کی حالت مختلف ممالک میں کیا تھی۔

یونان:۔

اس قوم کے ابتدائی دور میں، اخلاقی نظریہ، قانونی حقوق، معاشرتی برتاؤ، ہر اعتبار سے عورت کی حیثیت گری ہوئی تھی۔ بیسوا طبقہ یونانی معاشرت کا ایک غیر منفک جز تھا، پانڈورا (PANDORA) جیسی خیالی عورت کا توہم اور انسانی مصائب کا موجب جنسِ عورت کو ہی قرار دیا جاتا تھا۔ اعلیٰ طبقے کے ہر فرد کے لیے بیسوا کا گھر، مرکزِ توجہ و مرجع تھا، حیوانی خواہشات نے ان کے اندر اخلاق و حیاء، دیانت، جیسی نعمتوں کو سلب کر لیا تھا، کام دیوی (APHRODITE) یعنی شہوت کی دیوی، کی پرستش وبا کی صورت اختیار کر گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا، نکاح کی رسم، سرزمین یونان میں زنا کی صورت اختیار کر گئی، افلاسفر اور معلمین اخلاق زنا و فحش کو قابلِ ملامت و تعزیر نہ سمجھتے تھے یہ وباء، کچھ ایسی پھیلی کہ معبد خانے، قحبہ خانوں میں تبدیل ہو گئے، زنا، مقدس مذہبی فریضہ ہو گیا، فاحشہ عورتیں، دیو داسیوں کی شکل میں آگئیں زنا کے علاوہ شہوانی جذبات، غیر فطری طریقوں میں استعمال ہونے لگے، جیسے معلمین اخلاق نے "

دوستی کا مضبوط رشتہ قرار دیا۔ یہ غیر فطرتی طریقہ حیات اہلیت کے لیے ضروری تھا۔ مجوزین "ہرمُوڈیئس" اور "اَرِسٹوگیٹن" کے مجسمے بنا کر ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ یونان عورت کے لیے طہوریت کا تصور بھی نہیں کر سکتا، سانپ سے زیادہ کینہ دوز، شیطان کا آلۂ کار، زیر آفتاب سے زیادہ شریر مخلوق، مصائب کا مجسمہ یہ وہ خطاب ہیں جو یونان والوں نے عورت کو دئے، دیوتاؤں سے اس بلا سے نجات پانے کے لیے درخواست کی جاتی تھی۔

روم :-

کثرت فواحش کا عروج، عورت کے سبب ہوا، خطۂ دنیا پر عورت کو غیر فطرتی اگر آزادی تھی تو وہ روما کی سرزمین تھی، ابتداء میں جانوروں سے بدتر حالت تھی، مرد کو اپنی بیوی پر پورے حقوق مالکانہ حاصل تھے، روما کے دو دور ہمیں نظر آتے ہیں، ایک وہ دور تھا، جب عورت مظلوم اور ایسی مخلوق نظر آتی ہے، جس کی روح ندارد تھی، مذہبی مشاغل میں حصہ لینے پر مجرم، جسے فتنہ و فساد کی جڑ سمجھا جاتا تھا "موزلیئر" جیسے خاص قسم کے قتل عورت کو سزا دینے پر استعمال کئے جاتے تھے، مرد اپنی بیوی کو قتل کرنے میں مجاز تھا، دوسرا وہ دور جسے عورت کے لیے سنہرا دور خیال کیا جاتا ہے، بہ حرف پردہ زرین کی جھلک تھی، عملاً عورتیں، مرد کے اقتدار سے آزاد ہو گئیں، بیسوا طبقہ کی آزاد پرورش موجود تھی، کئی کئی شوہروں کا بدلنا، عورت کے لیے کوئی بڑی شرم نہ تھی۔ منکوحہ عورت، بیسوا سے کم نہ تھی، قحبہ گری کے کاروبار کو فروغ ہوا۔ فلورا (A ہ ر o L ہ) نامی ایک کھیل رومیوں میں نہایت مقبول ہوا، جس میں برہنہ عورتوں کی دوڑ ہوا کرتی تھی، مرد و عورت کا اختلاط برہنگی میں تہذیب روما کا جزء سمجھا جاتا تھا۔ اس بڑھتی ہوئی آزاد پرورش نے مملکت روما کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں اوندھے منہ گرا دیا جس کی پیشین گوئی مشہور رومی فلسفی "کاٹون" نے کی تھی۔

فارس :-

ایران میں عورت کی حیثیت سامان تجارت سے زیادہ نہ تھی، جس کی خرید و فروخت جائز سمجھی جاتی تھی۔ ماں، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی سے نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔ بیٹی کو باپ نکاح میں لا سکتا تھا، زن کے وقف عام کر دینے سے اہل ایران، اخلاق و شرافت کو ملیامیٹ کر چکے تھے، ایام مخصوصہ میں عورت کو گھر سے علیحدہ ایک خیمے میں رکھا جاتا تھا جس سے کوئی نہ مل سکتا تھا۔ اسے کھانا دیتے ہوئے اپنے ہاتھ اور منہ کو اچھی طرح ڈھانپ لیا جاتا تھا۔

مانی کے مذہب نے آئین قدیم کو نیست و نابود کر دیا، مرد و زن کے طبائع میں شوریدگی و آوارگی پیدا کر دی۔ مزدک کے زن، زر، زمین پر سے ملکیت اٹھا دینے سے فحش و طغیان، عصیان و ظلم کا طوفان بپا کر دیا، مائیں اپنے بیٹوں کے عشق کا شکار بنیں اور صاحب تخت و تاج شہزادیاں اپنے افسران فوج کے جذبات حیوانی سے تختۂ موت

پر لٹائی گئیں، محرمات ابدیہ کو محصنات اولیہ بنائے جانے کے دلائل پسند کئے گئے، عصمت و پاکدامنی، ہر دو جنس کو ناپاک قرار دے دیا گیا۔

حوالہ جات:۔

پردہ ۔ صحابیات ۔ اسلام کے عالمگیر اصول ۔ الاسلام والمرأۃ ۔ حقوق المراۃ فی الاسلام ۔ سیرت رسول عربی رحمت للعالمین ۔ سیر صحابیات ۔ اسلامی عورت ۔ سیرۃ النبی۔

یورپ:۔

مسیحیت نے یورپ میں قدم رکھا تو اس وقت اخلاقی انحطاط عروج پر تھا۔ اس میں اوّل اول مسیحیت نے اچھی خدمات سرانجام دیں، فواحش، قحبہ گری، وغیرہ کا انسداد کیا۔ پاکیزہ اخلاقی تصورات کو لوگوں کے ذہنوں میں ڈالا گیا، لیکن مسیحیت کی انتہاء پسندی جو عورت اور صنفی تعلقات کے بارے میں تھی، وہ فطرتِ انسانی کے خلاف جنگ تھی، اُن کا بنیادی نظریہ تھا کہ عورت گناہ کی جڑ ہے، عورت کو مسیحیت نے جس نظر سے دیکھا، وہ ترتولیاں (TERTULLIAN) (جو اٰ مسیحین میں سے تھا) کے اس قول سے ظاہر ہے "وہ (یعنی عورت) شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی...... مرد کو غارت کرنے والی ہے۔

ایک اور عیسائی مبلغ کہتا ہے "ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک آراستہ مصیبت، آہستہ آہستہ ان میں یہ خیال جڑ پکڑنے لگا، کہ مرد و عورت کا تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابل احتراز چیز ہے، انہی ایام میں مریم و مسیح کا نمونہ بننے کا شوق بھی ان میں پیدا ہو گیا، ہزاروں عورتیں اور مرد راہبات اور رہبان کا لباس پہن کر سامنے آنے لگے جو کلیسیا کے اخلاق پر ایک بدنما دھبہ تھے، گرجا کے پادری، اور ننوں کی تصویر ایک پادری کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

"رومن ازم میں راہبانہ زندگی اور تجروانہ قسمیں، ناقابل انکار، ذرائع تھے جو گناہ سے بچنے اور کامل پاکیزگی کے حصول کے، محض وسیلے سمجھے جاتے تھے، ہزارہا مرد اور عورتیں راہب اور راہبہ بنتی تھیں تاکہ وہ دنیا اور جماعتی ماحول سے علیحدہ ہو کر مذہبی بن جائیں لیکن وہ ساتویں حکم پر نہ چل سکے، اور ان کی زندگیاں گھنونے گناہوں میں گرفتار ہو گئیں، نوجوان مرد اور عورتوں کو جب راہب خانوں کی دیواروں میں حیوانوں کی طرح قید کر دیا گیا۔ کھانے کی کثرت اور پینے کے لیے شراب دیا گیا۔ تاریخ اصلاح کلیسیا ص۴ پادری خورشید عالم۔

ص۳۲ پر پادریت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے پادری صاحب لکھتے ہیں "ہم دیکھتے ہیں کہ پادریت کتنی بدنام ہو

چکی ہے، کتنے پاسبان، اجنبی عورتوں اور حرامی بچوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں کوئی ان کے حال پر رحم نہیں کھاتا۔ میں یہ بیان دینے سے بھی گریز نہیں کرتا کہ کتنے آدمی اپنی بیویوں اور بچوں سے ناخوش ہیں کیونکہ وہ فادروں کی فاحشہ کہلاتی ہیں اور ان کے بچے حرامزادے "تاریخ اصلاح کلیسا صـ۱۰۲

جب عبادت خانے ہی ابلیس کے اخلاق کو جنم دینے لگیں تو اس قوم کی صنفِ نازک، اخلاق و شرافت وعصمت کو کہاں پا سکتی ہے۔ دورِ جدید سے قبل، عورت ذلیل و حقیر سمجھی جاتی تھی، وراثت میں جس کے حقوق محدود تھے، معاشی حیثیت سے عورت کے حقوق مالکانہ تسلیم نہیں کیے جاتے تھے۔ طلاق کا اس وقت کوئی تصور نہ تھا اگرچہ باہمی تعلقات کی خرابی سے، گھر جہنم کا نمونہ ہی کیوں نہ بن گئے ہوں، اس کا نتیجہ یا تو راہب و راہبہ کی صورت میں نکلتا، یا پھر تمام عمر بدکاری کو اپنا وطیرہ بنالیں، کیونکہ دونوں صورتوں کے بغیر انقطاع نہ ممکن تھا سیرت رسول عربی۔پردہ۔رحمۃ للعالمین

عرب:۔

جاہلیت میں عورت بدشگونی کی علامت اور مخزن سمجھی جاتی تھی، بدکاری اور زنا عام تھا۔ لونڈی کی زناکاری کی آمدنی کو آقا اچھی آمدنی سمجھتا تھا، مجمع میں عورت کا مخفی سے مخفی حصہ دیکھنے میں عار نہ سمجھا جاتا تھا، مدعیانِ شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے، مولانا حالی فرماتے ہیں ؎

جو ہوتی تھی پیدا کسی کے گھر دختر ... تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی تھی جو خاوند کے تیور ... کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی ... جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

بیٹی کی پیدائش ان کے لیے مصیبت عظیم تھی، لڑکی کی پیدائش کی خبر سن کر چہرے سیاہ پڑ جاتے تھے اور ان کی حالت اس مجرم کی سی ہو جاتی جو عین جرم کے وقت پکڑ لیا گیا ہو، جیسے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے

واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودًا	اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر
وھو کظیم ہ یتوارٰی من القوم من سوء ما بشر بہٖ	اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے لوگوں سے چھپتا
ایمسکہٗ علیٰ ھون ام یدسہ فی التراب الا ساء	پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب، کیا اُسے ذلت کے
ما یحکمون ہ (سورہ نحل۔ ۵۸، ۵۹)	ساتھ رکھے گا یا اُسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا

حکم لگاتے ہیں" ترجمہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہُ العزیز۔

یہ عادتِ قبیحہ کچھ ایسی ان میں راسخ ہوئی، نہ صرف وہ لڑکیوں کی پیدائش کو اپنے لیے باعث نحوست، بدشگونی، فقر و مفلسی سمجھتے تھے، بلکہ زندہ درگور کرنا یا چاہ عمیق میں دھکیل دینا اعلیٰ شرافت کا نشان سمجھتے تھے اور اس فعل

پر فخر کرتے تھے۔ شرفاء عرب بھی اس لپیٹ میں آچکے تھے۔ بعد اسلام ایک صحابی نے اپنی اس شقاوت قلبی کا واقعہ بنایا تو فخر دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اسقدر اتنا روئے کہ آنکھ مبارک سے آنسو رواں تھے۔

محرم اور غیر محرم عورتوں کی تمیز اٹھ گئی تھی۔ بے شمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے۔ عورت کی حیثیت جانور سے بدتر تھی۔ مرد جب چاہتا تو حیوانات کی طرح اُسے فروخت کر سکتا تھا۔ بیٹا باپ کے مرنے کے بعد اپنی سوتیلی ماں کا مالک تھا۔ عورت کے وارث ہونے کا خیال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ جب کہ وہ خود ایک مالِ موروثہ سمجھی جاتی تھی بیوگی کی مدت ایک سال تھی۔ جس میں عورت کو دور کسی خیمے میں رکھا جاتا تھا۔ نظافت و پاکیزگی کا وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ غلاظت کے ڈھیر میں پڑی رہتی تھیں۔ قحبہ خانہ اور اخلاق و شرافت سوز بے حیائیاں عام تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

واللہ ان کنا فی الجاھلیۃ ما نعد النساء امرًا حتیٰ انزل اللہ فیھن ما انزل (بخاری)

واللہ ہم جاہلیت میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں کسی امر کو شمار ہی نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے بارے میں جو حقوق نازل کرنے تھے نازل فرمائے۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے "میری بیوی میری زندگی چاہتی ہے اور میں شفقتاً اس کی موت چاہتا ہوں۔ موت عورت کے حق میں عزیز ترین مہمان ہے" عورت جائیداد منقولہ تھی جسے اکثر اوقات قمار بازی میں داؤں پر چڑھا دیا جاتا تھا بے حیائی کی یہ حالت عرب کا نامور شاعر امراء القیس اپنے قصیدہ میں پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا قصہ مزے لے لے کر بیان کرتا ہے۔ پھر یہ قصیدہ کعبہ پر آویزاں کیا جاتا ہے۔ قدیم مذہبوں میں سے یہودی بھی عورت کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ حیض کی مدت میں اپنے عورتوں کو گھروں سے نکال دیتے تھے اور ان کے ساتھ کھانا پینا بند کر دیتے تھے!

نسائیت کی تاریخ پر ایک عمومی نظر

ظہور اسلام سے پہلے وحشیت و بربریت کے دور ہی میں نہیں بلکہ اس وقت کے نام نہاد عہد تہذیب و عمرانیات، میں بھی عورت سے وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ دنیا کی ذلتیں اس کے مقدر میں تھیں۔ چین و ہند، یونان و روما، تہذیب کے علمبردار اسے شیطان کا آلہ کار سمجھ کر اس سے احتراز کرنے کی کوشش کرتے۔ دیوتاؤں سے منت التجا کی جاتی تھی کہ اس سے انہیں چھٹکارا دیا جائے۔ سقراط جیسا فلاسفر بھی اس سے بچنے کا درس دیتا ہے امن و سلامتی کا دشمن اسے قرار دیا جاتا ہے۔ بلکہ بروایت انجیل حضرت مسیح علیہ السلام تک اپنی ماں کو جھڑکتے ہوئے نظر آتے ہیں،

تعلیماتِ مسیح کے باوجود یورپ میں عموماً اور رومۃ الکبریٰ میں خصوصاً عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر نظر آتی ہے۔ جنہیں معمولی قصور پر بلادریغ ذبح کر دیا جاتا تھا۔ الگزنڈر، لوئی دہم، اڈین ششم جیسے سفاکوں نے معصوم بچوں اور ان کی ماؤں کو سحر کے الزام میں ذبح کر دیا۔ الزبتھ اول اور جیمس اول کے زمانہ میں عورتوں کو زندہ جلایا جاتا تھا انسانیت کی مظلومانہ حالت کی گواہ ہے۔ جمیس ششم کے وقت سحر کے الزام میں بقول ڈاکٹر اسپرنگ نو سے لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ مسیحیت بھی آج تک عورت کو صحیح مقام نہ دے سکی۔ تجرد و رہبانیت کی زندگی بھی ان بیچاری کنواریوں کے گناہ کو نہ چھپا سکی۔ منو شاستری کی تعلیم میں ہندو عورت کو شودر و ملیچھ قوم سے بھی گرا کر حیوانیت کا وہ درجہ دیا جاتا ہے۔ جو عقل و شعور کی تمام خوبیوں سے عاری و خالی ہے۔ تمدنی اور معاشرتی امور سے فائدہ نہ اٹھانے والی عورت کو خاوند کی فوتگی کے ستی جیسی ہولناک رسم پر مجبور کیا جاتا تھا۔

بدھ مت اسے گندگی سے بھر پور اور غلیظ جانور کا لقب عطا کرتا ہے۔ اور طرح طرح کے الزامات سے اس سے نفرت دلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہودیوں کی مذہبی تعلیمات اسے ابدی لعنت کا مستحق ٹھیراتی ہے۔ اور اس کی ادنےٰ سی لغزش کو کبھی بھی معاف کرنے پر تیار نہیں۔ ایام حیض و نفاس میں ان سے ملنا جلنا کھانا، پینا، بعض اوقات ان سے بات تک کو ناجائز قرار دیتی ہیں۔ یونانی، ذلت و رسوائی کی تصویر عورت کو سمجھتے ہیں۔ جس کا بچہ پیدا کرنے کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ ناقص الاعضاء بلکہ کم عقل بچہ پیدا کرنے پر انتہائی مظالم ان پر توڑے جاتے تھے قوی الجثہ اور عقلمند بچہ نہ جننے پر عورت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ آج بھی یونان کی زمین سے ایسی معصوم عورتوں کا خون نہیں مٹایا جا سکتا۔ جنہیں تہہ تیغ کر دیا گیا۔ قدیم روسی، عورت میں گندی اور خبیث روح کا قیام مانتے تھے۔ اسپینی اپنی عورتوں کو شرافت و عزت و تحریم کا کوئی مرتبہ دینے پر تیار نہیں۔ اس کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ چینیوں کی مشہور ضرب المثل بھی آج تک عورتوں کی بے عقلی کا مذاق ہے "رتم عورتوں کی بات تو سن لو۔ مگر ان کے کسی نیک و بد مشورہ پر ہرگز ہرگز عمل نہ کرنا خواہ وہ کیسا نیک مشورہ کیوں نہ ہو، اس لیے کہ ان کی نیکی میں بھی برائی موجود ہوتی ہے۔ کنفیوشی مت، اخلاقی اقدار کی بلندی کا درس دینے کے باوجود بھی عورت سے بچنے پر زور دیتا ہے۔ اقوام عالم کی عورتوں کی حالت کا نقشہ کسی نے کیا خوب کھینچا ہے۔

مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس کا داغ ہے۔ روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا ہے۔ یونان اس کو شیطان سمجھتا ہے، توراۃ اس کو ابدی لعنت کا مستحق قرار دیتی ہے۔ کلیسا اس کو بانعِ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے لیکن اسلام کا نقطہ نظر ان سب سے جداگانہ ہے۔ جہاں عورت کو نسیم اخلاق نکہت اور چہرہ انسانیت کا غازہ اور مرد کا لباس آبرو سمجھا گیا ہے۔ اسلام نے نسائیت کی پوری تاریخ ہی بدل ڈالی۔ عزم و استقلال کی روح عورتوں میں پیدا کر دی۔ عبادت کا ذوق پیدا کیا۔ ایثار و سماحت و وفا پیکرِ خلوص جذبہ ایثار، صلہ رحمی، ہمدردی، انصاف پسندی

صلاحیتِ علم، علم شناسی، تقوے و پرہیزگاری، خلوص و محبت، وہ کون سے اوصاف ہیں جو مسلمان عورتوں میں نہیں پائے گئے۔

(صحابیات وسیر صحابیات)

حقوق المرأة فی الاسلام

اسلام نے کیا حقوق دیئے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب میں پوری تاریخ اسلام کے اوراق کھلے ہوئے ہیں، وہی قوم جو اپنی بیٹیوں کو خون کا دھبہ دیکھتی ہے، اسلام لانے کے بعد وہی قلب و جگر کا ٹکڑا بن جاتی ہیں۔ اناث سے دشمنی بڑھ کر ذکور کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ ایک بدوی نے فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ اولاد کو محبت سے بوسہ دیتے ہیں؟ فرمایا، ہاں، اس نے کہا، ہم تو ایسا نہیں کرتے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اور اگر اللہ تعالے نے تیرے دل سے رحمت و شفقت کو سلب کر لیا ہے، تو میں اُسے تجھے نہیں دے سکتا۔ اسلام کے ظہور کے بعد اقوام اسلام پر نظر ڈالو، ہمیں ان کے قلبوں میں اولاد کے لیے بے پناہ جذبات رحمت و شفقت ملتے ہیں۔ ظہور اسلام کے بعد سب سے پہلے عورت کے متعلق ذہن انسانی میں یہ شعور پیدا ہوگیا کہ عورت بھی انسانی مخلوق ہے۔ اور انسانی حقوق کی حصہ دار، اور انسانی معاشرہ میں قابل احترام شخصیت قرآن نے فرمایا؛

هو الذی خلقكم من نفسٍ واحدةٍ وجعل منها زوجها ليسكن اليها ۚ (اعراف ۱۸۹)
وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اسی کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔

اسلام نے عورت کا وقار بلند کیا اور انسانی نظروں میں اس کے مقام کو بلند کیا، حقوق وراثت و مہر، تحدید الزوجات تخفیظ الدم، وغیرہا حقوق دئے اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل کرنے والوں کو اس فعلِ ظلم عظیم سے رد کا گیا کہ تم ان کے رزق کے ذمہ وار نہیں۔ بلکہ ہم ہیں

ولا تقتلوا اولادكم من املاق نحن نرزقكم واياكم ۚ (انعام ۱۵۲، اسرا ۳۱)
اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، مفلسی کے باعث، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

عورتوں کو وراثت سے محروم کرنے سے منع کیا اور حصہ مقرر کیا، ارشاد ہوا ،،

للذكر مثل حظ الانثيين ۚ (هود ۱۱)
بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے،،

وراثۃً باپ کی بیوی کو وراثت میں لینے سے منع کیا گیا۔ "ولاتنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء الا ما قد سلف انہٗ کان فاحشۃً ومقتاً وساء سبیلاً (نساء ۲۲) "اور باپ، دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو، مگر جو ہو گزرا، وہ بیشک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ" عورت کو مکمل مساواتی حقوق دیئے فرمایا
ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ط (بقرہ ۲۲۸) "اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق"
مہر کی رقم صرف عورتوں کے لیے مخصوص کردی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب آپ نے مہر کی رقم چار سو درہم مقرر کردی اور اس پر زیادہ کی رقم کے متعلق فرمایا کہ بیت المال میں جمع کردی جائے گی۔ ایک عورت نے کہا، یہ قرآن کے حکم کے خلاف ہے "واٰتیتم احداھن من قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً اتاخذونہٗ بھتاناً واثماً مبیناً" اور اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو، کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے حضرت عمر رض نے فرمایا "امرأۃ اصابت ورجل اخطاء" "عورت سے درستی ہوئی اور مرد سے خطاء"، مہر عورت کا حق ہے اُسے مرد کو روکنے کا اختیار نہیں "واٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ ط" "نساء: ۴ "اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو" عورت کی حیثیت، بیٹی کی ہو یا ماں کی، بہن کی ہو یا بیوی کی، وراثت سے اسے حقدار قرار دیا گیا۔ تعلق زوجین میں معروف واحسان جیسے وسیع مفہوم الفاظ استعمال کئے گئے، طلاق کو باوجود اس کی حلت کے، مکروہ ومبغوض قرار دیا گیا، طلاق کی عدت، طویل، اور خاوند کے گھر گزارنے کا قانون جاری کیا، کہ ممکن ہے کسی طرح افراط وتفریط سے کھلنے والا یہ دروازہ بند ہو جائے، اگر زندگی خوشگوار نہ ہو، مسرت کا وجود نہ رہے، جدائی وتفریق لازمی ہے تو فرمایا "او تسریح باحسان (بقرہ)" "بقرہ: ۲۲۹" "کوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے" قرآن کریم نے عورتوں کے حقوق پر کئی جگہ زور دیا۔ دیکھو۔ بقرہ: ۲۲۱ - ۲۴۲ = نساء: ۱ - ۲۵ - ۳۱ - ۳۳ - ۳۴ - ۱۲۷ - ۱۳۰ - ۱۷۵ = نور: ۲ - ۱۱ - ۲۳ - ۳۱ - ۳۴ - ۶۰ = طلاق: ۱ - ۸ دیگر آیات قرآنیہ میں بھی عورتوں کے حقوق تفصیلات کے ساتھ موجود ہیں۔

مسلمان عورت کی اجمالی تاریخ ماضی

مذہبی تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ اسلام نے جن پردہ نشینوں کو اپنے کنارۂ عاطفت میں جگہ دی، انھوں نے دنیا میں عظیم کارنامے سرانجام دئے ہیں۔

مذہبی کارنامے :۔

جہاد میں صحابیات نے جس عزم و استقلال و خلوص سے اس خدمت کو سرانجام دیا، اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔ جنگ احد میں، حضرت ام عمارہ رضہ، شدّت حملہ کے وقت آنحضرت کے پاس پہنچکر سینہ سپر ہوگئیں۔ ایک کافر نے فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا تو آپ نے حملہ رد کا جس کی وجہ سے کندھے پر زخم آگیا اور غار پڑ گیا[1] جنگ مسیلمہ کذاب میں بھی آپ تھیں۔ آپ کو ۱۲ زخم آئے اور ایک ہاتھ کٹ گیا[2]۔ غزوہ خندق میں حضرت صفیہ رضہ نے ایک یہودی کو قتل کر دیا[3]۔ غزوہ حنین میں حضرت ام سلیم خنجر لے کر جس بہادری سے لڑیں، وہ اناثِ اسلام کے لیے آج تک باعث فخر ہے[4]۔ جنگِ یرموک میں، اسماء بنت یزید انصاریہ نے خیمہ کی چوب سے نو رومیوں کو قتل کر دیا، دیگر صحابیات نے اس جنگ میں بڑی بہادری دکھائی[5]۔ میدانِ جنگ میں مسلمان عورتیں، پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، شہدأ اور زخمیوں کو میدان جنگ سے منتقل کرنا، خورد و نوش کا انتظام کرنا، قبر کھودنا، وغیرہ، فرائض سرانجام دیتی تھیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں[6]۔

اشاعتِ اسلام :۔

حضرت عمر رضہ نے اپنی بہن فاطمہ رضہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا[7]۔ سعدی بنت کریز کے ایماء پر حضرت عثمان غنی رضہ ایمان لائے[8]۔ ام سلیم ہی کی ترغیب پر ابو طلحہ رضہ نے آستانہ نبوت پر سر جھکایا۔ عکرمہ رضہ اپنی بیوی ام حکیم کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے۔ ام شریک دوسیہ کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا۔ آپ مخفی طور پر یہ فرض سرانجام دیتی تھیں۔ ظہور اسلام کے وقت جو مصائب و تکلیف مسلمانوں کو اٹھانی پڑیں اس میں مقدس بناتِ اسلام برابر کی شریک تھیں۔ قوت و استقلال کا وہ جوہر جس پر قوموں کو آج تک فخر حاصل ہے۔ شعب ابی طالب، کے کڑے امتحان میں جوہر بناتِ اسلام کے پاس محفوظ تھا۔

علمی کارنامے :۔

اسلامی علوم یعنی قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض میں متعدد صحابیات کمال رکھتی تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کو تفسیر میں کمال حاصل تھا، صحیح مسلم کے آخر میں ان کی تفسیر کا معتد بہ حصہ منقول ہے۔ بعض صحابیات حدیث میں کثیر الروایات گزری ہیں۔ فقہ میں صحابیات کا جو درجہ تھا، ائمہ فقہ بھی اسے تسلیم کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ

---

[1] ابن ہشام ص۴۲۳ [2] ابن سعد ج۸ ص۳۰۴ [3] زرقانی ج۲ ص۱۴۹ [4] صحیح مسلم ج۲ ص۱۰۳ [5] اصابہ ج۸ ص۱۱۲ [6] ابو داؤد ج۱ ص۳۵۱ [7] اسد الغابہ ج۵ ص۵۹۲
[8] اصابہ ج۸ ص۲۰۶

کے فتاوی سے ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں ۔ علم فرائض جسے علوم کا نصف حصہ قرار دیا جاتا ہے حضرت عائشہ رضؓ کو اس میں بڑی مہارت تھی ۔ بڑے بڑے صحابہ ان سے فرائض کے متعلق مسائل دریافت کرتے تھے ۔ علم اسرار میں حضرت ام سلمہؓ کو پوری واقفیت تھی ، اسماء بنت سکن خطابت میں مشہور تھیں ۔ تعبیر میں اسماء بنت عمیس رضؓ کی قابلیت مسلم تھی[1]

رفیدہ ، ام مطاع ، ام کثید ، لیلی ، معاذہ ، ربیع بنت معوذ ، ام عطیہ ، ام سلیم ، کو طب و جراحت میں فن کمال تھا شعر گوئی میں ، خنساء ، مشہور شاعرہ کے علاوہ سعدی ، صفیہ ، عاتکہ بنت زید ، ام ایمن ، ہند بنت اثاثہ ، ہند بنت حارث وغیرہ شعر گوئی میں مشہور تھیں ۔

کپڑا بننا ، کاشتکاری ، تجارت ، وغیرہ میں بھی صحابیات کو کمال حاصل تھا ، حضرت زینب دستکار تھیں ، صحابیات کے حالات بالتفصیل کئی کتب میں موجود ہیں ، جن کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تمدنی نظام میں کس قدر مقام تھا ۔ یورپ ابھی علمی لحاظ سے یتیم تھا جب کہ مایۂ ناز فرزندان اسلام کے علاوہ ، بنات اسلام بھی معلمات کی حیثیت سے علوم اسلامیہ کی روشن چراغ تھیں ۔ جن کی گود میں سیف اللہ ، خالد نے اور محمد بن قاسم ، طارق جیسے ابناء اسلام نے پرورش پائی ۔ لیکن آج کی عورت ، چراغ خانہ کی بجائے شمع محفل بنی ہوئی ہے ، سلف کی زندگی ان کے لیے نمونہ عمل تھیں ۔ بلکہ وہ بالی وڈ ایکٹریس کی تقلید و نقشِ قدم پر چلنا ، کامیاب زندگی تصور کرتی ہے ۔ اسلام نے جو فطری حقوق دئے ہیں ۔ اُن سے منہ ہٹائے ، تہذیب فرنگ کی طرف جارہی ہے ۔

حقوق زوجہ یا زوجین

اللہ تعالیٰ نے اس عالم آب و گل کو ایک معین مدت کے لیے پیدا کیا ہے ۔ اور نظام عالم کی بقاء بنی نوع انسان کی بقا سے وابستہ ہے ۔ اور نوع انسان کا بقاء بیاہ شادی اولاد اور افزائش نسل پر موقوف ہے ۔ پھر نوع انسانی اس پر منحصر ہے کہ افراد انسانی کہیں مٹ نہ جائیں ۔ لہذا ایسے قوانین کی ضرورت ہے ۔ جو تعلقات زن و شوہر کو استوار رکھیں ۔ اسلام سے قبل عورت کی مظلومیت بحیثیت زوجہ کے ایک دردناک باب ہے ۔ جو اپنی جگہ پر علیحدہ تشریح طلب ہے ۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نسائیت کی تاریخ میں ان کی اصلاح مکمل اسلام کے سوا کسی نے نہیں کی ۔ ایک ایسا جامع قانون جو سوسائٹی کے تمدن کی شیرازہ بندی کر سکے ۔ جو اس کے مخصوص طرز تمدن کے مزاج کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے ۔ بلاشبہ اسلام کے سوا کہیں پر اس کا وجود نہیں ہے ۔ انگریز نے "محمڈن لاء" مسلمانو

---

[1] اصابہ ج ۸ صـ ۱۴

کے لیے نافذ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی شکل اور روح دونوں کے لحاظ سے اصل اسلامی شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کی مذہبی تعلیمات کو جو درحقیقت انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہیں۔ دوزخ کا نمونہ بنا رکھا ہے۔ مسلمانوں کی مذہبی تعلیمات سے لاعلمی انہیں اس دوزخ کا نمونہ بنا رکھا ہے جو خیر کی طرف راہنمائی نہیں کرتی۔ جو مسلمانوں کی تمدنی زندگی کی روح ہے۔ ہماری آبادی کا ایک بڑا حصہ ازدواجی تعلقات کو جو درحقیقت انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہیں دوزخ کا نمونہ بنا رکھا ہے۔ جن کی زندگیاں نہ صرف تلخ بلکہ تباہ و برباد ہو رہی ہیں۔ وہ رسومات فرسودہ جنہیں اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اسلام کے اندر گھس کر ذریت اسلام کو تباہی کے کنارے پر لا کر کھڑا کر رکھا ہے۔

آج ہمارے گھرانے ازدواجی تعلقات کی کشیدگی پر نمونہ سقر بنے ہوئے ہیں۔ ہماری ازدواجی زندگی تباہ ہو کر رہ گئی۔ دینی تعلیم و تربیت کے فقدان کے ساتھ ہی ہندو تصور غالب آیا۔ جس کی وجہ سے زوجیت کا اسلامی تصور مفلوج ہو کر رہ گیا۔ اس غیر اسلامی تمدن نے ہماری زندگیوں کو تباہ کر ڈالا۔ یہ ہندو تصور تھا جس نے ہمارے ذہنوں کو بدل ڈالا۔ بیوی کو لونڈی اور شوہر کو آقا بلکہ دیوتا سمجھا گیا۔ نکاح کی بندش ناقابل فسخ ہو گئی۔ خلع اور طلاق کو معیوب سمجھا گیا۔" خاندانی رسوم کو محض ناک نہ کٹ جائے" کسی علت پہ قابل عمل سمجھا گیا۔ جو حقیقتاً طلاق اور خلع سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔

شوہر کبھی طلاق دینے کی محض اس لیے جرأت نہیں کر سکتا کہ مہر کی رقم زیادہ ہوتی ہے جو ادا کرنی ہو گی۔ عورت کسی حال میں بھی خلع اور طلاق کا لفظ بھی منہ پر نہیں لا سکتی۔ صحیح طور پر اسلامی احکامات کو سمجھنے کی تکلیف ہی نہیں گوارہ کی گئی۔ بیوہ یا مطلقہ کا دوسرا نکاح برادری کے لیے موجب ذلت سمجھا گیا۔ ہندو عورتوں کی طرح بیٹھی رہتی ہے۔ فرنگی تہذیب نے جو عورت و مرد کی مساوات کا راگ خوشکن چھیڑا ہے۔ اس سے بڑی بڑی عظیم شخصیتیں بھی عجب طریقہ سے قرآنی آیات میں تاویلات کر کے ان پر نور ایمانی کو بجھانا چاہتے ہیں۔ ان کے دماغ، اسلام کے ٹھوس اور مستحکم عقلی اصولوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ظلم کی انتہا یہ کہ اسلام کے نظام معاشرت کی روح کو زخمی کر کے اسے عین اسلام سمجھتے ہیں۔ ہمیں پھر ایک ایسے نظام عدالت کی ضرورت ہے جو اسلامی قانون کے اصول و اسپرٹ کو سمجھ کر اس کے مطابق ان پر معاملات انجام دے۔ درحقیقت اسلام میں ایک ایسا مکمل ازدواجی قانون ہے جو غیر اسلام کے پاس نہیں۔ ایک ایسا قانون جسے اللہ تعالےٰ خبیر عالم نے بتوسط حبیبہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دیا۔ اس قانون کا مقصد اخلاق و عفت کی صیانت فطری اشیاء کی حلت، ازنا سے بچنا، اخلاق کو فحش و بے حیائی سے بچانا ہے۔ اور مودت و رحمت پیدا کرنا ہے۔ جس سے خانگی زندگی میں راحت و مسرت سکون و آرام حاصل ہو سکے جس کا حصول ہی فلاح و بہبودی ہے۔ اسلامی قانون مناکحت کی حفاظت پر پوری قوت صرف کرتا ہے۔ جب مودت و

رحمت پیدا کرنا ہے۔ جس سے خانگی زندگی میں راحت ومسرت، سکون و آرام جب مودت ورحمت بین الزوجین نہ رہے۔ اس کی جگہ بے دلی سرد مہری، نفرت و بیزاری ہو تو قانون کا میلان رشتۂ نکاح کی گرہ کھول دینے کی طرف منعطف ہو جاتا ہے۔ اسلام رشتۂ مناکحت کو اپنی کی سنت قرار دیتا ہے۔ اور اسے بناء نوع انسان کے لیے لابدی قرار دیتا ہے۔ مانویہ اور انصاری نکاح ترک کر کے قرب الٰہی طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ اخلاق کی تکمیل نکاح سے حاصل ہوتی ہے۔ نکاح کرنے میں اخلاق فاسدہ کا اخراج ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ویا معشر الشباب، تم میں سے جو شخص طاقت نکاح رکھے تو رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نگاہ کو پست کرتا ہے۔ اور ستر کو محفوظ۔ اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھے تو اسے روزے رکھنے چاہیئں۔ کیونکہ روزہ کمی شہوت کا سبب ہے" وضاحتاً حضور علیہ السلام نے فرمایا "نکاح میری سنت ہے جو سنت سے اعراض کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں" کافی جگہ تاکید نکاح فرمائی گئی۔ یہ طریقہ انبیاء علیہ السلام کا ہے۔ جیسے خداوند تعالےٰ نے بھی لوگوں کے لیے پسند فرمایا اور یہ طبیعت کی اصلاح اور اس کی کجی کو دور کرتا ہے۔ ایسی عورت کی طرف راہنمائی ضروری ہے۔ جس سے نکاح کرنا حکمت کے موافق ہو۔ اور خانہ داری کی تمام مصلحتیں وہ پورے طور پر انجام دے سکے۔ اگر عورت بدطینت ہو اور اس کی عادت میں سختی ہو اور اس کی زبان میں لغویت داخل ہو تو شوہر پر زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو جائے گی۔ اور وہ مصلحت فساد کے ساتھ تبدیل ہو جائے گی۔ اگر عورت نیک ہو امورِ خانہ داری میں ماہر تو اس سے ہر طرف سے دونوں کے لیے اسباب خیر دستیاب ہوں گے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے بہتر پونجی نیک بیوی ہے" جو فطرت کے لحاظ سے مہذب ہیں وہ نیک عفیفہ اور پابندِ دین بیوی کا انتخاب کرتے ہیں۔ جو حسن، مال، حسب نسب کی وجہ سے بیوی کرے اس پر حجاب و طبیعت غالب ہے۔ اسلام سے قبل جو اخلاقی مذاہب قائم تھے وہ اخلاق و روح کی ترقی کے لیے ازدواجی تعلقات کو مانع تسلیم کرتے ہیں۔ ہندوستان میں جین مت، بدھ مت، جوگ، ویدانت بھی اسی نظریہ کی پابند ہے۔ عیسائی مذہب میں تجرد ہی روحانی کمال تھا۔ (انجیل قرنتیوں۔ ۷، ۸)

اسلام نے آکر بتایا جو کسی کا شوہر نہ ہو، جو کسی کی بیوی نہ ہو، جو کسی کا باپ نہ ہو، جو کسی کا بیٹا نہ ہو، جو کسی کی ماں نہ ہو، جو کسی کا بھائی نہ ہو، جو کسی کی بہن نہ ہو، جو کسی سے رشتہ ناطہ نہ رکھے اس پر دنیا کے کیا فرائض عائد ہوں گے؟ اور اخلاق کی تکمیل کے لیے اس کو کون کون سے فطری مواقع مل سکتے ہیں؟ کیونکہ اخلاق اور روح کی تکمیل جس قدر تجرد میں ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر اور بدرجہا بہتر ازدواج میں ممکن ہے۔ اخلاق تو حسن معاملہ اور حسن سلوک کا نام ہے جو دنیاوی رشتوں سے کٹ چکا ہو وہ کیسے اخلاق کی وسعتوں کو پا سکتا ہے۔ نام نہاد مذہبی تجرد کی اخلاقی تاریخ کا حوالہ پیش کیا جا چکا ہے۔ حیرت ہے کہ تجرد میں کیسے تکمیل اخلاق ہو گی۔ ایک عیسائی عورت ساری عمر اپنے جذبات

جنسی کو محض اس لیے دبانی ہے کہ کنواری مریم کی طرح پاکیزہ زندگی حاصل کرے اور اس کے طہر و جود کو اپنالے۔ لیکن گرجا کی چاردیواری بھی ان کنواریوں کے گناہ کو نہ چھپاسکی۔ اور بغیر خاوند کے لڑکے کی ماں بن بیٹھی۔ عیسائیت کے رہبانیت و احبار کے گناہوں پر کلیسا کی دو بیز دیواریں بھی پردہ نہ ڈال سکیں۔

تو اخلاق ہر مرد عورت کی شرافت، عزت و تحریم، رشتہ مناکحت سے ہی عروج پکڑ سکتے ہیں۔ تجرد کی زندگی فطرتی حسن سے محرومی کا باعث ہے۔ بڑے بڑے حکماء رشتہ مناکحت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ مہذب سوسائیٹی اسے رشتہ انسانیت کے لیے لابدی قرار دیتی ہے۔

عفت و عصمت کی حفاظت نکاح سے حاصل ہوسکتی ہے۔ قرآن میں نکاح کو لفظ احصان سے ذکر کیا گیا۔ جس کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ نکاح کرنے والا گویا ایک مضبوط قلعہ تیار کرتا ہے اور عورت اس کی حفاظت میں آگئی ہے جو نکاح کی صورت میں نفس و اخلاق کی حفاظت کے لیے ہے۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا۔

فانکحوھن باذن اھلھن وآتوھن اجورھن بالمعروف محصنات غیر مسافحات ولا متخذات اخدان ﷺ (النساء ۲۵)

تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر انہیں دو وہ قید میں آئیاں، نہ مستی نکالنیں نہ یار بناتی،

قرآن کی ان آیات میں ازدواجی تعلق میں احصان ہو یعنی اخلاق و عفت و عصمت کا پورا پورا تعلق ہو۔ اس لیے ایلا کرنے والوں کو حکم دیا کہ چار مہینوں سے زیادہ اپنے عہد پر قائم نہ رہیں۔ کیونکہ عورت کی داعیات فطرتی کی اوسط مدت چار ماہ ہے۔ وہ نہ ہو کہ عورت اپنے داعیات فطرت کو پورا کرنے کے لیے اخلاق و عصمت کو کھو بیٹھے۔ ایک سے زیادہ بیوی والوں کو حکم دیا گیا کہ " فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (نساء: ۱۲۹) یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتی ہوئی چھوڑ دو "، اس حکم کا مقصد بھی یہی ہے کہ وظیفہ زوجیت اس کے ساتھ نہ کرنے پر کہیں وہ حدود اللہ کو توڑنے پر داعیات فطریہ کی وجہ سے مجبور نہ ہو جائے۔ اسلام کی نظر میں وجہ نکاح مودت و رحمت ہے " و من آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ (الروم ۲۱) " اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔ کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت و رحمت رکھی۔ قرآن نے زوجیت کے تصور کو مودت و رحمت کے سبب فرمایا۔ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن، بقرہ: ۱۸۷ وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس، مرد و عورت کو ایک دوسرے کی عزت قرار دیا۔ برہنگی کے عالم میں انسان حیوانیت کے زیادہ قریب ہوجاتا ہے۔ اگر یہ برہنگی جزو معشیت بن جائے تو بڑے سے بڑا بند بھی اس بے حیائی کے طوفان کو نہیں روک سکتا۔ جو اس عدم شرم و حیاء کی زندگی سے پیدا ہوا۔ مرد عورت کی شرافت عزت و تحریم اُسی صورت میں رہ سکتی ہے جب کہ وہ دونوں ایک دوسرے کا لباس بن جائیں۔ ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں۔ اور آپس کو اُن ثمرات سے بچائیں جو ان کی عزت و

اخلاق پر حرف لانے والے ہیں۔ اگر آپس میں مودّت ورحمت نہ ہو تو غرض نکاح پوری نہ ہونے کے سبب خانگی زندگی کی فضاء زہر آلودہ ہو جائے گی، خانگی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے زوجین میں سے ایک کا صاحب امر ہونا ضروری ہے ورنہ تو خانگی زندگی میں بدنظمی کا پیدا ہونا یقینی ہے۔

مرد کے فرائض :۔

ا۔ مہر۔ واتوا النساء صدقتهن نحلة "النساء ۴:۳)" النساء۔ ۴" اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دو" مہر عورت کا حق ہے جس میں وہ تصرف اور کمی وبیشی کر سکتی ہے۔" فان طبن لکم عن شیء منہ نفساً فکلوہ هنیئاً مریئاً۔" النساء۔۴ پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دیدیں تو اُسے کھاؤ رچتا پچتا"

۲۔ نفقہ :۔ خانگی امور کی ذمہ داری عورت پر عائد کی گئی ہے اس کا کام گھر میں بیٹھنا ہے وقرن فی بیوتکن ۵ احزاب: ۳۳۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں " اور مرد کو قوّام یعنی گھر کی نگہبانی اور خبر گیری کرنے والا مقرر کیا گیا، وہی نفقہ کا ذمہ وار ہے۔ غربت وامیریت میں مرد کا اعتبار کیا گیا ہے و علی الموسع قدرہ و علی المقتر قدرہ ۵ " البقرہ: ۲۳۶ مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگ دست پر اس کے لائق۔"

۳۔ ظلم سے اجتناب :۔

اِس کی کئی صورتیں ہیں۔

ا۔ ایلاء :۔ یعنی مرد قسم کھائے کہ میں اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا، تو چار مہینے سے زائد مدت تک رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

للذین یؤلون من نساءھم تربص اربعة اشھر ط فان فاءو فان اللہ غفور الرحیم ط وان عزموا الطلاق ط فان اللہ سمیع علیم ۵ (بقرہ، ۲۲۶ و ۲۲۷)

وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی، انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے"

(ب) ضرار و تعدّی :۔

ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ط ومن یفعل ذالک فقد ظلم نفسہ ط ولا تتخذوا ایٰت اللہ ھزوا (البقرہ ۲۳۱)

اور انہیں ضرر دینے کیلئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو، اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹا نہ بنالو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے میرے صحابہ و اہل بیت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے آتی ہیں۔ تم میں سے ایسے آدمی پسندیدہ نہیں، جو اپنی بیویوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔

(ج) ازواج میں عدل نہ کرنا:۔

اللہ تعالےٰ نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے۔ لیکن ساتھ ہی عدل و انصاف کو لازم قرار دیا۔ فرمایا،

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا ۃ (النساء ۳)

"پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو"

یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ نفقہ و معاشرت میں سب بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔ قلبی محبت میں تفاوت ہوتا ہے۔ مرد قوام ہونے کی حیثیت سے اپنی بیوی کو نصیحت اور تعزیر کر سکتا ہے۔ عورت اپنے شوہر کا حکم نہ مانے اور اس کے حقوق تلف کرے تو حکم ہوا، "اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہے تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ۔ اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو" النساء ۴: ۳۴

جو عورت نشوز یعنی نافرمانی سے باز نہ آئے تو کچھ مدت اسے نصیحت کرو۔ اگر اچھا نتیجہ نہ نکلے تو نتیجہ طلاق ہی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں ادب سیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ یا وہ حسنِ معاشرت کے ساتھ خود ہی نباہ نہیں کرنا چاہتی۔ عدم تادیب علم حسن و اخلاق دونوں ہی مضرِ معاشرہ ہیں۔ اسلام کے حقوقِ نسواں کا دائرہ عمل وسیع ہے۔ جو تدبیر منزل پیام نکاح، اور اس کے متعلقات پردہ مساوات، آدابِ معاشرت، زوجیت کے حقوق، طلاق، خلع ظہار، لعان، ایلاء، عدت، اولاد کی پرورش، خیارِ بلوغ، مہر پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کی تفصیلات قوانینِ اسلامی کی کتابوں میں نہایت ہی بسط و تفصیل سے مذکور ہے۔ ہم یہاں صرف چند کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ باقی مباحث کے لیے قانونِ شرعی کی کتابیں دیکھو۔ جس قانونِ الٰہی سے عورت قعرِ مذلت سے نکل کر کرامت و شرافت سے نوازی گئی۔ آج مسیحیت اپنی نام نہاد عالمگیریت کا ڈھنڈورا پیٹ کر اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے ان خامیوں کو چھپانا چاہتے ہیں۔ جو ان کے لیے باعثِ ہدایت نہیں۔

طلاق:۔

معاندینِ اسلام طلاق کو اسلام کا ایسا فعل قرار دیتے ہیں جو ظلم سے بھرپور ہے۔ مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں طلاق کا وجود سوائے زنا کے کسی صورت میں نہیں ملتا "جو اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ کر دے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے وہ اس سے زنا کراتا ہے۔"

متی: ۵ - ۳۱، ۳۲ -

عیسائیت نے حرام کاری کے سوا باقی صورتوں میں طلاق کا دروازہ بند کر دیا۔ لیکن اسلام نے حرام کاری کے علاوہ زندگی کے کچھ اور شعبوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں تھوڑی سی وسعت دی ہے۔ رشتۂ ازدواج کو امکانی حد تک مستحکم کیا جائے۔ لیکن ان کے درمیان محبت و موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور رشتہ ازدواج سے مزید خلفشار و نفرت ہونے کا اندیشہ ہو اور اصل مقاصدِ نکاح پورے نہ ہوں تو ان کے لیے علیحدگی کا راستہ کھول دینا چاہیئے۔ اسلام ایک ایسا صحیح توازن قائم کرنا چاہتا ہے جو نقطہ اعتدال سے ہٹ کر نہ ہو۔ ایک طرف وہ رشتہ نکاح مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ مگر اتنا مستحکم نہیں جتنا ہندو مذہب اور مسیحیت کے زوجین کی زندگی خواہ کتنی ہی شدید مصیبت بن جائے وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو سکیں۔ دوسری طرف اسلامی قانون علیحدگی کے راستے بھی کھولتا ہے مگر اتنے نہیں جس قدر آسان روس، امریکہ، مغربی ممالک میں ہو گئے ہیں۔ اور عائلی زندگی کا نظام درہم برہم کر دیا ہے۔ حیرت ہے انجیل جن کو طلاق سے روکتی ہے انہیں تیس فی صد کی حد تک طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ اور اسلام جس میں وسعت ہے اسمیں ۱۵٪ سے بھی کم طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر فطرتی مذاہب میں غلط تصورات کے سیاہ بادل اور کالی گھٹائیں قدرتی عناصر کی شعاعوں کو کبھی بھی نہیں چھپا سکتے۔ دین فطرت ہمارے بنیادی قواعد کو ان کی فطرت کے مطابق نشوونما کرنے میں رہنمائی کرتا ہے اور ان کی جائز و مناسب استعمال کے وسائل کو اختیار کرنے میں ممد و معاون ہوتا ہے۔ طلاق میں بھی یہی چیز ہوتی ہے۔ اسلام کے اصول اور اساسی احکام میں غائت درجے کا اعتدال و توازن پایا جاتا ہے۔ آج تک تیرہ سو برس سے زائد یہ قانون الٰہی مختلف ملکوں زمانوں اور تمدنی حالات اور مختلف قوموں میں برابر رائج رہا اور اجتماعی و شخصی تجربہ نے اس کے کسی حکم کو غلط یا قابل ترمیم نہیں پایا۔ انسانی قوانین اپنے لازمی تقیدات اور فطری محدودیتوں کے ساتھ کسی مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ حال و مستقبل پر اس کی یکساں نظر نہیں ہو سکتی۔ تعلقات دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ قدرتی اور مصنوعی۔ ماں باپ بہن بھائی کے ساتھ قدرتی تعلق ہوتا ہے۔ جو کسی صورت بھی انفکاک پذیر نہیں ہو سکتا لیکن بیوی کے ساتھ مصنوعی تعلق ہوتا ہے جو کسی وجہ سے بھی معدوم یا منسوخ ہو سکتا ہے۔ چند سال کی قبل مسیحی دنیا طلاق کے مسئلے میں مسلمانوں کو کیسے کیسے طعنے دیتی تھی تہذیب فرنگی سے مرعوب مسلمان کو شرمندگی کے مارے جواب نہیں آتا تھا۔ کیا مسیحیت کا یہ فعل کہ ازدواجی کے مقدس رشتے کو ناقابل انقطاع قرار دینا اور قانون میں طلاق و ضح و نسخ و تفریق کی گنجائش نہ رکھنا حکیمانہ فعل تھا۔ نہیں بلکہ محض انسانی فکر کی بے اعتدالی کا نتیجہ تھا۔ جس میں اخلاق و انسانیت اور نظام تمدن کی فلاح ہی نہ تھی۔ بلکہ تباہی و ہلاکت کے اسباب اس میں مضمر تھے۔ اور ان لوگوں کو تسلیم کرنا پڑا۔ جو کل تک تعصب یا جہل کی وجہ سے اسلامی قانون کے جن اصولوں اور احکام پر بڑھ بڑھ کر حملے کرتے تھے کہ اسلام نے جو کچھ کہا یا وہ صحیح تھا۔ مسیحت نے مسیح علیہ السلام کے جس قول کو "جسے خدا نے جوڑا اسے آدمی جدا نہ کرے" (متی: ۱۹-۴)

اخلاقی تعلیم کے بجائے قانون ازدواج کی اساس بنایا۔ اس کا یہ حشر ہوا کہ صدیوں تک مختلف حیلوں اور مکر و فریب سے اس قانون کے خلاف عمل کیا جاتا رہا۔ اس بددیانتی کے باعث کلیسا کو مجبور ہو کر اس خود ساختہ نام نہاد قانون خداوندی میں چند جزوی اور ناقص ترمیمیں کرنی پڑیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیائے مسیحیت میں طلاق، فسخ و تفریق کا ایک ایسا طوفان امنڈ آیا جس کی شدت سے نظام عائلی کی مقدس "دیواریں پاش پاش ہوتی چلی جارہی ہیں۔ جس کا نتیجہ امریکہ و انگلستان کے موجودہ طلاق کے اعداد کو سامنے رکھ کر لگایا جاسکتا ہے اگر ایک بھی شادی شدہ گھرانہ کامیاب زندگی بسر کرلے تو اسے ایک معجزہ سمجھا جاتا ہے۔ جہاں طلاق کی کثرت اور طلاق کی قلت ہو وہاں ظاہر ہے کہ ازدواج کا مقدس رشتہ اور خاندان کا نظام کہاں قیام پکڑ سکتا ہے۔ یورپ کی آزاد عورت کو، شہوانی ضروریات میں بھی مرد کی صرف اس وقت تک ضرورت ہے۔ جب تک کوئی ایسی چیز منظر عام پر نہ آجائے جو مرد کی قائم مقام ہو سکے۔ کثرت طلاق کو روکنے کے لیے روس کی طرح د (FREE LOVE) کا قانون بنایا جارہا ہے۔ یعنی آزاد محبت جسے آزمائشی نکاح کا نام دیا جاتا ہے۔ کہ شادی سے کچھ عرصہ پہلے مرد اور عورت شادی کے بغیر کچھ عرصہ باہم مل کر رہیں۔ اگر اس یکجائی کا نتیجہ دل کے وصل کی صورت میں ہو تو قانونی شادی کرلیں۔ ورنہ فریقین کہیں اور قسمت آزمائی کریں۔ یکجائی کے دوران اولاد پیدا کرنے سے احتراز لازمی ہے۔ ورنہ باضابطہ نکاح کرنا پڑے گا۔ اگر قانون الٰہی سے بے نیاز ہو کر کوئی قوم الٰہی شریعت کو جرح پر ڈال دیتی ہے کر دہ ان اصولوں کی بنا پر خود قانون بنالے۔ تو وہ قوم کبھی بھی اپنے نظام تمدنی کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ مسیحت کی دو ہزار سالہ تاریخ شاہد ہے کہ سید نا مسیح علیہ السلام نے جتنے اصول دین سمجھائے تھے۔ ان میں سے کسی ایک کی بنیاد پر بھی کوئی صحیح قانون بنانے میں چرچ کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اور کلیسائے روم کے مذہبی قوانین ہمیشہ کی طرح بدلتے رہے آج کا چڑھتا ہوا آفتاب اگر ایک قانون لے کر آتا تو کل کا دن ان مذہبی قوانین میں ترمیمات کی خبر لے کر آتا۔ ان بدلتے ہوئے مذہبی قواعد نے تفریق کی صورت میں مرد عورت کو ایک کٹھن اور دشوار گزار راستے پہ لا کر کھڑا کیا۔ جہاں تفریق کے بعد یا تو انہیں لامحالہ راہبوں کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی یا پھر مدت العمر حرام کاری میں مبتلا رہنا پڑتا تھا۔ تہذیب مغرب کے سورج کی سیاہ کرنیں اپنی تاریکیوں میں اور بھی اضافہ کرنے لگیں۔ مذہبیت کا جوا کندھے سے اتار پھینکنے کے بعد اس قوم میں طلاق کی وارداتیں اس کثرت سے ہونے لگیں کہ ان کی کثرت سے مصلحین کی جماعت بھی ایک ڈوبتی کشتی کی طرح سوائے افسوس کے اور کچھ نہ کرسکی۔ اب انہیں معلوم ہوا ہے کہ مدنی زندگی سے فرار ممکن نہیں۔ جس وقت عورت کے لیے طلاق کا تصور ہی ناممکن تھا۔ وہ اپنی مظلومانہ زندگی سے بعد موت ہی چھٹکارا پاسکتی تھی۔ تو اس وقت انسانی زندگی کے ہر عملی کاموں کا ضامن اسلام نے ہی یہ بات محسوس کرلی اور عورت کے لیے یہ راستے کشادہ کردئے۔ اگر رواج عامہ اس میں آڑے آئے تو مذہب پر اس کی ذمہ داری نہیں۔ مذہب کی آغوش رحمت ہر وقت وا ہے۔ طلاق کو ابغض حلال قرار دیا گیا۔ صرف مزہ چکھنے کے لیے نکاح کرنے والے کو لعنت کا مستحق قرار دیا۔ تین طلاقوں کے بعد حلالہ کی شرط ضروری قرار دی گئی۔ یہ ایسی شرط ہے جسے مرد اپنی عزت دوسرے کے ہاتھ میں دینے کے بعد اختیار کرے گا۔ اور تین طلاقوں

کی جرأت وہی شخص کرے گا جو ذلت اور حد سے زیادہ بے عزتی کے بعد اپنے نفس کو اس کے بارے میں ترک تعلق نہ قائم کرے۔ غیرت مند نہیں گوارہ کر سکتا کہ اس کی عورت کسی دوسرے کی مستعملہ ہو۔

خلع :-

مرد کو اگر طلاق کا حق دیا گیا تو عورت کو بھی ایک قسم کا اختیار دیا گیا۔ کہ جس مرد کو ناپسند کرتی ہو اس سے خلع کرلے، عورت جدائی کی خواہش کرے تو اپنے مال کی قربانی دے گی جیسے مرد، طلاق کی صورت میں کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے :"

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ط (البقرۃ : ۲۲۹)

"پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک اپنی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں، جو بدلا دے کر عورت چھٹی لے"

خلع میں اخلاقی حیثیت کو بھی برقرار رکھا جائے گا، طلاق و خلع کو محض خواہشات کی تسکین کے لیے اور عیاشی کے لیے نہ کیا جائے، صرف آخری چارہ کار سمجھتے ہوئے اسے استعمال کرنا چاہیئے۔ نہ کہ طلاق و خلع کو کھیل بنایا جائے حضور علیہ السلام نے فرمایا: لعن اللہ کل ذواق مطلاق ط "اللہ تعالٰی نے ہر طالب لذت (اور اسی نیت سے) بکثرت طلاق دینے والے پر لعنت کی ہے!۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے جو عورت اپنے خاوند سے بغیر نشوز خلع کرے اس پر اللہ اور ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ "خلع کو کھیل بنا لینے والی عورتیں منافق ہیں۔"

فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سامنے مقدمات خلع پیش ہوئے ہیں، دو تین واقعات تحریر کئے جاتے ہیں جن سے خلع کی حقیقت سمجھ آجائے گی۔

۱۔ عہد نبوی میں ثابت بن قیس کا واقعہ مشہور ہے، جن سے ان کی دو بیویوں نے خلع کیا، ایک عورت جمیلہ بنت ابی بن سلول نے ان کی بدصورتی دیکھ کر خلع کیا، انہوں نے دربار نبوت میں ان الفاظ میں مقدمہ دائر کیا وو یارسول اللہ میرے اور اس کے سر کو کوئی چیز کبھی جمع نہیں کر سکتی، میں نے اپنا گھونگھٹ جو اٹھایا تو وہ سامنے سے چند آدمیوں کے ساتھ آرہا تھا ان میں سب سے زیادہ، کالا، پستہ قد، بدشکل تھا، واللہ میں دین یا اخلاق کی کسی خرابی کے سبب سے اس کو ناپسند نہیں کرتی بلکہ مجھے اس کی بدصورتی پسند ہے، اگر مجھے خوف خدا نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آیا تھا، میں اس کے منہ پر تھوک دیتی، یارسول اللہ، میں جیسی خوبصورت ہوں آپ دیکھتے ہیں اور ثابت ایک بدصورت شخص ہے، میں اس کے دین اور اخلاق پر کوئی حرف نہیں رکھتی۔ مگر مجھے اسلام میں کفر

کا خوف ہے[1]! حضور علیہ السلام نے سن کر فرمایا دو کیا تو اس کا عطا کردہ باغ واپس کر دے گی؟ عرض کی ہاں، یا رسول اللہ بلکہ وہ زیادہ چاہئے تو زیادہ دوں گی۔ آپ نے فرمایا زیادہ تو نہیں، ہاں اس کا باغ واپس کر دو، پھر آپ نے ثابت کو حکم دیا کہ باغ واپس لے کر ایک طلاق دے دو۔ بخاری۔ فتح الباری۔ ابن ماجہ۔ ابن جریر

ثابت کی دوسری بیوی حبیبہ بنت سہل الانصاریہ۔ نے بھی خلع کیا تھا، یہ واقعہ موطا، اور ابو داؤد میں مذکور ہے وہ ایک روز صبح سویرے حضور علیہ السلام کا شانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے تو آپ نے حبیبہ کو کھڑا پایا، فرمایا کیا معاملہ ہے، انہوں نے عرض کی "لا انا و ثابت بن قیس" میری اور ثابت کی نہیں نبھ سکتی۔ حضور علیہ السلام نے ثابت کو حکم دیا کہ جو مال تم نے دیا تھا لے کر اسے چھوڑ دو۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے وقت ایک عورت نے خلع کا مقدمہ کیا، آپ نے عورت کو نصیحت کی کہ شوہر کے ساتھ رہے، عورت نے قبول نہ کیا، آپ نے ایک کوٹھڑی میں کوڑا کرکٹ تھا اس میں تین دن تک قید کر دیا۔ پھر نکالا، پوچھا تیرا کیا حال رہا، اس نے کہا واللہ، مجھ کو انہی تین راتوں میں راحت نصیب ہوئی ہے آپ نے یہ سن کر اس کے شوہر کو خلع کا حکم دے دیا۔

مساوات

تہذیبِ فرنگ کے تغلب کی بنا پر ہمارے ذہن اس قدر مفلوج ہو چکے ہیں کہ اپنی ہر ادا سے نفرت محسوس ہوتی ہے اور ساحرانِ فرنگ کی ہر چیز محبوب و مرغوب نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کی غلامانہ ذہنیت جو انگریز کے دور سے ہی چلی آرہی ہے، فرنگی لپیٹ میں آگئی۔ غالب اقوام کی سیف و تیغ سے جہاں سر قلم ہوتے ہیں وہاں ذہن و فکر بھی مجروح ہوتے ہیں۔ ان نفوس کی تعداد جو انگلی پر بھی گنی جا سکتی ہیں، جو ذہنی شکست سے اپنے افکار و خیالات کو محفوظ رکھ سکیں گے۔ عورت جو چراغ خانہ تھی، اسے نہ صرف "سیدۃ بیت" کے لفظوں سے اسلام نے تعبیر کیا۔ بلکہ وہ "تدبیر منازل" جیسی چھوٹی سلطنت کی حاکمہ بنا دی گئی اور اپنی اس ریاست کے احکام و اعمال کی وہ قیامت کے دن ذمہ دار ہوگی۔ تہذیب جدید کا سحر اسے شمع محفل بنانے پر تلا ہوا ہے۔ اور اسلام پر عورت کو مساویانہ حقوق نہ دینے پر انتہائی رکیک حملے کئے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ قصر اسلامی کی بنیادیں زندگی کی ٹھوس حقیقتوں پہ قائم ہیں۔ جسے باطل کی سرکش ہوائیں کبھی نہیں اکھیڑ سکیں۔ مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کو مرد کے برابر کر دیا جائے۔ نقطۂ اعتدال جب تک مرکز اعتدال سے نہ ہٹے گا

[1] اسلام میں مجھے کفر کا خوف ہے یعنی کراہت و نفرت کے باوجود اگر میں اس کے ساتھ رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں، ان احکام کی شاید ہی پابند رہ سکوں جو شوہر کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری و وفاداری اور عصمت و عفت کے تحفظ کے لیے اللہ اور اس کے رسول نے دئے ہیں۔

تونظام تمدن میں کوئی خرابی نہ ہوگی۔ معاشرہ ذرہ بھی اگر حدِ اعتدال سے ہٹ جائے تو معاشرہ میں خواہشات کا سیلاب امنڈ آئے گا، جس کا روکنا معاشرہ کے بس میں نہ رہے گا، مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ بحری جہاز کو خشکی پر چلانا شروع کر دیں۔ اور ٹرین کو سمندر میں راستہ دے دیا جائے جس کا نتیجہ دونوں کی تباہی ہوگا۔ ٹائر کی جگہ ٹیوب کو کام کرنے کا موقع دیا جائے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ سفر و سائل منظم ہو کر رہ جائیں گے۔ مساوات کے خود ساختہ اصولوں پر جو مذہب کی راہ سے ہٹ کر بنائے گئے ہوں۔ چلنے سے تباہی و ہلاکت کے سوا اور کوئی بھی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

قرآن کہتا ہے کہ خداوند کریم نے ہر چیز کو اندازے اور قدر کے مطابق پیدا کیا اور اس کے لیے ایک نقطۂ مرکز پیدا کر دیا۔ جس کے محور کے گرد گھومنے سے ہر چیز اپنے اعتدال میں رہتی ہے۔ زمین کی گردش اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ گردش اپنے محور سے ایک نقطہ برابر بھی اعتدال سے ہٹ جائے تو ہلاکت و تباہی کا سیلاب ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ مساوات کا یہ مطلب ہے کہ عورت کو مرد اور مرد کو عورت بنا دیا جائے، یا مرد و عورت باری باری بچہ جنیں تو یہ مساوات کوئی عاقل بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ اگر مساوات سے حقوق مراد ہیں۔ تو اسلام نے سب سے پہلے عورت کو حقوق دئے، قرآن نے فرمایا وو

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ۞ (البقرہ پ۲، ع۱۲، آیت ۲۲۸) اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق "علم نحو میں لام" استحقاق و تخصیص و تملیک کے لیے آتا ہے "لھن" کا لام عورتوں کو بہت کچھ حق عطا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ النساء شقائق الرجال ۞ " عورتیں مردوں ہی ایک جز ہیں اور حصہ ہیں یا عورتیں مردوں کے لیے گل و ریحان ہیں۔ اور فرمایا "فاتقوا اللہ فی النساء" عورتوں کے معاملات میں تقویٰ الٰہی سے کام لینا۔ اعمال صالحہ میں قرآن نے دونوں کو شریک رکھا نجات و حیٰوۃ طیبہ میں مساوات قائم کی۔ چنانچہ فرمان ہوا "من عمل صالحاً من ذکرٍ او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیٰوۃً طیبۃ (پ۱۴، ع۱۹)" جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے۔" دوسری جگہ ارشاد ہوا مساوات کے بارہ میں کہ مرد عورتیں ایک دوسرے کا لباس ہیں "ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (بقرہ ۱۸۷)" وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔

اگر مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں عدل کرنے پسند و رد یا گیا۔ یہ نہ ہو کہ کسی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری بیویوں کو معلق رکھ چھوڑنا منع کیا گیا۔ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (نساء ۱۲۹ ع۱۹) تو یہ نہ ہو کہ کسی ایک طرف جھک جاؤ کہ دوسری کو آدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔"

عدم عدل کی صورت میں ایک بیوی کے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ (نساء ۳) پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو

برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ ضرر اور تعدی سے روکا گیا۔ نفقہ کو مرد پر واجب قرار دے کر عورت کو فکر معاش سے آزادی دے دی۔ تاکہ تدبیر منزل کی ریاست میں بے معاشی فکر سے آزاد ہو کر نظام بیت پر حاوی ہو۔ مہر کی ایک معقول رقم مرد سے دلوائی۔ جسے تعین نہ کر کے محدود نہیں کیا گیا۔ تاکہ عورت اپنی کسی ضرورت کے تحت اسے خرچ کرنے میں آزاد ہو طلاق کا حق اگر مرد کو حاصل ہے۔ تو عورت کو بھی خلع جیسی صورت ملی، عورت اپنے نکاح کے معاملہ میں آزاد ہے۔ اسے اپنا حق اختیار کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ ابوداؤد کی ایک حدیث بروایت ابن عباسؓ میں آیا ہے کہ ایک لڑکی نے حضور علیہ السلام سے شکایت کی کہ میرے باپ نے میری مرضی کے خلاف میری شادی کر دی ہے آپ نے اسے رد کرنے یا قبول کرنے کا اختیار دیا۔

حضرت خنساء بنت محذوم رضؓ کا واقعہ اسی قسم کا ہے۔ کہ ان کے باپ نے ان کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیا۔ تو حضورؐ نے انہیں نکاح کے رد یا قبول کرنے کا اختیار دیا۔ ایک لڑکی کی شکایت پر کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف اپنے بھتیجے سے اس کا نکاح کر دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اسے اختیار دیا کہ چاہے قبول کرے چاہے رد کرے۔ اس پر اس لڑکی نے عرض کی یا رسول اللہ میرے باپ نے جو کچھ کیا ہے میں نے اسے منظور کر لیا میرا مقصد تو صرف عورتوں کو یہ بتانا تھا کہ ان کے باپ اس معاملہ میں مختار نہیں ہیں۔

اسلام نے معتدل اور فطری حقوق انکو دیئے سماج میں ان کا درجہ بلند کیا اور بتلایا کہ مرد عورت ایسے دو کامل ستون ہیں کہ نظام منزل کی عمارت ان کے دوش پر قائم ہے۔ قوم و خاندان کی تشکیل میں دونوں کی مساوی اہمیت ہے۔ زوجین کے حقوق میں کوئی ایسا اختیار نہیں رکھا کہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہو جائیں بلکہ دونوں کے مذہبی امتیازات میں یکسانیت و مساوات رکھی اور عمل صالح پر حسن جزا کا وعدہ کیا۔ دنیوی حقوق میں بھی حد اعتدال اور تناسب کو رکھا گیا۔ . . . . کسب معاش کی مدنی زندگی میں داخل ہونے کی اجازت دی، کیا یہ مساوات نہیں۔ ہاں اس عشق بے باکانہ سے روکا گیا جس کا نتیجہ اجتماعی کیلئے مہلک ہوتا ہے۔ دیرپا مسرتوں کے مقابل اسلام نے قطعاً عیش و تلذذ کی نادانی کی اجازت نہیں دی۔ اور یہی وہ چیز ہے جسے معاندین اسلام مساوات کا نام لے کر ایک ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اسلامی قوانین کے انفرادی واقعات تاریخ کو سامنے رکھ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے وہ مایہ ناز بنات عفیفات پیدا کی ہیں جنہوں نے اسلام کے کنارے عاطفت میں پرورش پا کر دنیا میں بڑے عظیم الشان کام سرانجام دیئے۔ اسلامی مذہبی تعلیمات کا بیشتر حصہ انہی عفیفات کے معلمی کے سبب ہمیں حاصل ہوا۔ معاندین نے مساوات کے یہ معنی سمجھ لیے کہ عورت اور مرد نہ صرف اخلاقی مرتبہ اور انسانی حقوق میں مساوی ہوں بلکہ تمدنی زندگی میں عورت بھی وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں۔ اور اخلاقی بندشیں بھی عورتوں کے لیے اسی طرح ڈھیلی کر دی جائیں جس طرح مرد کے لیے پہلے سے ڈھیلی ہیں۔ نوع انسانی کا جس پر بقاء کا انحصار تھا۔ وہ مساوات کے

اس غلط تصور نے ختم کر دیا۔ معاشی، سیاسی، اجتماعی سرگرمیاں، انتخابات کی جد و جہد، دفتروں اور کارخانوں کی ملازمت۔ تجارتی و صنعتی میدان میں مردوں کے ساتھ مقابلہ، کھیل اور ورزش اور سوسائٹی کے تفریحی مشاغل کلب اور رقص و سرور کی محفلیں عورت پر کچھ اس طرح چھا گئیں کہ ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں بچوں کی تربیت خاندان کی خدمت گھر کی تنظیم ساری چیزیں اس کے لائحہ عمل سے خارج ہو کر رہ گئیں۔ بلکہ ذہنی طور پر وہ اپنے اصلی فطری مشاغل سے بھی متنفر ہو گئی۔ مغرب میں خاندان کا نظام، گھر کی پرسکون زندگی عملاً ختم ہو رہی ہے۔ اخلاقی مساوات کی بجائے بداخلاقی میں مساوات قائم کر دی ہے، وہ بے حیائیاں جو کبھی مردوں کے لیے شرمناک تھیں، اب وہ عورتوں کے لیے شرمناک نہیں رہیں۔ گناہ کا خیال مذہب کے ساتھ رخصت ہوا، خواہشاتِ نفسانی کی تسکین کے لیے صرف ایک مرد کی ضرورت نہیں رہی، کنواری ماں کو نفرت کے دیکھنے کی وجہ سے سوسائٹی کو تاریک خیالی کا الزام اپنے سر لینا پڑے گا، کیا یہی وہ مساوات ہے جس نے مغربی معاشرت کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔ ڈیٹس (DATES) کی تنی نے مغربی معاشرہ کو تباہی کی طرف لا کر کھڑا کیا ہے (ڈیٹس: مغربی لڑکی کی عمر ۱۶، ۱۷ سال ہو جائے تو اُسے ذکوریت کی طرف سے ملاقات کی پیشکش ملنے لگتی ہے)۔

قدرت نے عورت کو نوعِ انسانی کی تکثیر اور حفاظت و تربیت کے لیے پیدا کیا ہے، حملؑ، وضعِ حملؑ رضاعتؑ، تربیتؑ، عورت کے ادوار میں سے اہم و دشوار ہوتے ہیں، جس گروہ کا قدرتی فرض ایسے اہم ادوار کا طے کرنا ہو کیا وہ تمدنی کشمکش میں شریک ہو سکتا ہے، فطرت نے مردوں کی دنیا سے عورتوں کو الگ کر دیا ہے جسماً و عقلاً عورت، مرد کی طرح نہیں اس کے فرائض طبعی کچھ اور نوعیت کے ہیں اور مرد کے دوسری نوعیت سے ہیں۔

پردہ!

اسلامی پردہ و نقاب کی معاندین اسلام نے نہایت گھناؤنی اور مضحکہ انگیز تصویر کھینچی ہے، یورپی لٹریچر کے مفلوج زدہ اذہان پردہ کو اٹھا دینے کے حامی ہیں یعنی تعلقات مرد و زن کا آزادانہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ پردہ کے اٹھا دینے میں یہ ہوس کے غلام کیا چاہتے ہیں۔ یہ عصمت کیا بلا ہے؟، یہ جوانی پر تقوی کی مصیبت آخر کیوں ڈالی؟ عفیفہ و پاکدامنی کے الفاظ کیوں ذہنِ انسانی کے ساتھ چپکے ہوئے ہیں؟ اس قسم کی سوالات ان کے ذہن میں ہیں۔ وہ ان اخلاقی قیودات کی دیواروں کو گرانا چاہتے ہیں۔ جو عزت و شرافت کی بنیادوں پر قائم ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ لطف کی ہر گھڑی میں ایک نئے مہمان کا انتخاب کرو۔

شوہر اپنی آزاد خیالی کا ثبوت اس طرح دے سکتا ہے اگر اپنی بیوی کو غیر مرد کی آغوش میں ڈال دے اجرا مکاری کے اصول اپنانا چاہتے ہیں، فرانس کی مشہور شخصیت پول روبن (PAUL ROBIN) لکھتا ہے کہ "پچھلے ۲۵ سال میں ہم کو اتنی کامیابی تو ہو چکی ہے کہ حرامی بچہ کو قریب قریب حلالی بچے کے ہم مرتبہ کر دیا گیا ہے اب صرف اتنی کسر باقی ہے کہ صرف پہلی قسم کے بچے پیدا ہوا کریں تاکہ تقابل کا سوال باقی نہ رہے۔"

یہ وہ اخلاقی نظریات ہیں جہاں نیکی کو بدی اور عیب کو صواب سمجھا جاتا ہے، کوئی نہیں جو سوسائٹی کو سینما جیسے طاغوتی چوہے سے بچائے۔ قحبہ گری، فحش تصاویر وغیرہ تپ دق سے حیات معاشی کا تحفظ کرنے والا کوئی نہیں، اس اخلاقی زوال کی انتہا یہ ہوئی کہ محرمات و غیر محرمات کا سوال ہی اڑ گیا، فواحش کی کثرت، شہوانیت و بے حیائی کا سیلاب بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

پردہ ہمارے لیے ایک صالح اور پاکیزہ تمدن پیش کرتا ہے جس میں اخلاق و شرافتیں پرورش پا سکیں، پرسکون ماحول میسر ہو، جس میں نسلیں محفوظ رہیں اور اختلاطِ انساب کا فتنہ برپا نہ ہو۔ شہوانیت انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے جس کو بھڑکا کر اخلاق و مذہب کا جنازہ نکالا جاتا ہے، سینما جیسا طاغوتی چوہا برہنہ و ہیجان انگیز مناظر پیش کر کے لوگوں کی شہوانی پیاس کو مزید بھڑکاتا ہے۔ شہوت انگیز اور عریاں فیشن سے تپ محرقہ سے بدتر بیماری حیات معاشیت میں پھیلتی ہے۔ اخلاقی زوال سے محرمات و غیر محرمات کا سوال اٹھتا جا رہا ہے۔ فواحشات کا سیلاب، بے حیائی کی وبا انسان کے اخلاقی نظام پر تپ دق کی طرح مسلط ہو گئی ہے درحقیقت اسلام جن چیزوں کو جواہرات کی شکل میں پیش کرنا چاہتا ہے، مذہب سے ناآشنا آدمی اُسے سنگریزے سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ آپ اگر صالح اور پاکیزہ تمدن کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ جس میں اخلاقِ فاضلہ اور ملکاتِ شریفہ پرورش پائیں، جس میں مرد و عورت، بہیمی جذبات سے محفوظ اپنی بہترین تمدنی زندگی بسر کریں، تو مغربیت چھوڑ کر آپ کو اسلام کی طرف آنا پڑے گا۔

فطرت نے میلان کی خاصیت ہر چیز میں رکھ دی ہے، انواعِ حیوانی میں یہ میلان وقتی طور پر ہوتا ہے لیکن انسان ایسا نہیں کرتا۔ اس میں یہ صنفی میلان انسان کو انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف بلاتا ہے جس سے خاندان کی ترکیب اور رشتۂ خونی کا ارتباط ہوتا ہے اور یہی اجتماع و ترکیب و خونی رشتہ ایک صالح تمدنی زندگی کے نظام کو چاہتا ہے تاکہ میلان طبعی کے پورے خواص ظاہر ہوں۔ اس طبعی خواص میں نقطۂ اعتدال ضروری ہے، افراط و تفریط کا اس میں دخل نہ ہو، ورنہ افراط سے اخلاقی انحطاط کا ظہور ہو گا اور مغربیت کا طوفان عدم اخلاق اٹھ کھڑا ہو گا۔ تفریط سے انسان برہمچاریہ اور رہبانیت کی طرف کھچ جائے گا جو فطرت کے خلاف جنگ ہو گی، مندر کی دیوداسیاں اور گرجا کی ننیں، اس کا کھلا ثبوت ہے۔

اُس صالح تمدن کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے اسلام نے پردہ کا نظام قائم کیا۔ تاکہ صنفی انتشار کا خاتمہ ہو، ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ، عورت کی زندگی کو سنوارنے والا ہے۔ پردہ مرد کو باوفا و پر اخلاق رفیقۂ حیات پیش کرتا ہے۔ جو اس کے انتشارِ ذہن کو سکون بخشتی ہے۔ صبح سے تھکا ہوا مرد جب شام کو گھر داخل ہوتا ہے تو اس کی باعصمت بیوی، پردہ نشین، رفیقۂ حیات، سکون آمیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے خوش آمدید کہتی ہے۔

اس کے بخلاف ایک مرد جب گھر داخل ہوتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بے پردہ بیوی کسی کلب میں غیر کی آغوش کی زینت بنی ہوئی ہے۔ صنفی انتشار کا کچھ ایسا زور یورپ میں بڑھا کہ یورپ میں بیس سال تک پہنچنے والی لڑکی عفت و عصمت جیسے انمول موتی سے خالی ہوتی ہے۔ اسی لیے اس طوفان کو روکنے کے لیے اور انسان کو اخلاقی حیا کی زیر چادر سے ملبوس کرنے کے لیے عورت کو پردہ میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن کریم پردہ کے متعلق فرماتا ہے۔

قل للمؤمنین يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذالك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون ۝ وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها ۖ (النور ۳۰)

مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔" دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

یایها النبی قل لازواجك وبنٰتك ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن ۖ ذالك ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین ۖ وكان الله غفورًا رحیمًا ۝

(سورۃ احزاب)

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ وہ اصولیات تھے جو قرآن نے فرمائے اُن کی تفصیل حدیث سے ظاہر ہے۔ غض بصر کی تفصیل حدیث شریف میں اس طرح بیان فرمائی۔ اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ نظر پڑ جائے تو نظر پھیر لو، علی کرم اللہ وجہہ کو حضور علیہ السلام نے فرمایا "اے علی، ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو، پہلی تمہیں معاف ہے مگر دوسری نظر کی اجازت نہیں۔ اجنبی عورتوں کے محاسن پر نظر ڈالنے والے کے متعلق فرمایا کہ "قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

عورتوں کے لیے اظہار زینت کی ممانعت کر دی اور اس کے حدود متعین فرما دئے۔ عورتوں کے باہر نکلنے کی حدود و تعین کی گئی۔

اظہارِ زینت کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا۔

ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن او اخوانهن او
بني اخوانهن او بني اخواتهن او نساٸهن او ما
ملكت ايمانهن او التابعين غير اولي الاربة من
الرجال او الطفل الذين لم يظهروا على عورات
النساء ولا يضربن بارجلهن ليعلم
ما يخفين من زينتهن ؕ

(النور ۳۰ ، ۳۱)

اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں، جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں، یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں، یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔

زیر نظر مقالہ میں اگرچہ ہم نے اسلامی عورت کے متعلق پوری تفصیل نہیں بیان کر سکے۔ پھر بھی چند گوشے ضرور واضح ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالے قرآنی نظام و قوانین پر چلنے کی پوری توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحرمۃ نبیہ الکریم الرحیم

نور احمد ریاض شعبہ تبلیغ جامعہ اسلامیہ بہاولپور